

عشق
کا
آخری
مرحلہ

قربانی

خطبہ جمعۃ المبارک، ۱۷ رذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

(خطبہ مسنونہ کلمہ بعد) وان لیس لانا انسان الاما سجدی وان سعیدہ مسودہ یروی۔

محترم بزرگوار! خداوند کریم کی وہ لائقانہی نعمتیں اور احسانات جو کل عالم اور پھر خصوصاً انسان پر ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ کے عاشق بنیں۔ اس سے ہمیں محبت ہو جائے۔ اور اللہ کے فرمانبردار بن جائیں اسکی فرمانبرداری اور تابعداری پر صرف مسلمان اور انسان ہی نہیں بلکہ خدا کی ساری مخلوق اس کا شکر ادا کرتی ہے۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقہون تسبیحہم۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عالم میں ایسی کوئی چیز نہیں جو خدا کی تسبیح نہ کرے۔ مگر ان کی تسبیح انسان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ پہاڑ پتھر سمندر دریا اور یہ نباتات حیوانات چروپائے اور جمادات یہ آسمان وزمین پائند اور سورت سب خدا کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ سب کو خدا نے نعمت و جود سے نوازا ہے۔ اور تمام چیزوں میں اپنی حیثیت کے مطابق حیات اور زندگی موجود ہے۔ کل قد علم صلوٰۃ و تسبیحہ۔ ہر ایک کو اپنی نماز اور خدا کی تسبیح کرنے کا طریقہ معلوم ہے۔ جب ان چیزوں میں علم ہو تو حیات ضرور ہوگی۔ اور تمام چیزوں کی تابعداری دیکھئے۔ خدا کا حکم ہے کہ یہ دیوار یہاں کھڑی رہے اور اس پر چھت کا بوجھ قائم رہے۔ یہ خدا کی مرضی ہے، تو یہ بھاگ نہیں سکتی۔ اسکی خلاف ورزی نہیں کرتی یعنی اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے۔ کبھی پانی نے یہ نہیں کہا کہ انسان کا میرے اوپر کیا حق ہے کہ مجھے پتیار ہے۔ اور مجھ سے کھیت میرا سب کرتا رہے۔ اسی طرح حیوانات نے بھی بوجھ لادنے بل جو تنے درودھ دینے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ ہر چیز کی پیدائش سے کوئی مقصد و حکمت خدا نے وابستہ کی ہے۔ اور وہ اس میں پوری فرمانبرداری ہے۔ فدہ برابر اس میں حکم عدولی نہیں ہوتی۔ تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ کل قد علم صلوٰۃ

اور علم بغیر زندگی کے ہوتا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اگر علم ہے تو زندگی بھی ہے۔ مگر زندگیوں میں فرق اور تفاوت ہے۔ ہمارا جسم ایک ہے مگر اس کے اجزاء کی جس میں فرق ہے۔ مثلاً انگلی کے سر میں قوت احساس باقی سارے بدن کی نسبت زیادہ ہے۔ سر سے پیر تک ہمارے اعضاء کی زندگی ایک طرح کی نہیں بلکہ متفاوت ہے۔ اسی طرح زمین بھی زندہ ہے۔ گھاس پھوس پانی آسمان اور اس کے تارے بھی زندگی رکھتے ہیں، اور اس زندگی کے بموجب خدا کے حکم کی تابعداری ان میں موجود ہے۔

عناصر کی زندگی کی دلیل | جب فرود نے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا تو خداوند کریم نے آگ کو حکم دیا یا نار کو فتنہ بردار سلاماً علی ابراہیم۔ اے آگ اسی وقت جلنا چھوڑ دے، ٹھنڈی ہو جا مگر برف کی مانند نہیں بلکہ سلامتی والی۔ اگر سلاماً نہ کہا ہوتا تو اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ آیت کو تکلیف ہوتی بلکہ یہ فرمایا کہ سلاماً علی ابراہیم۔ کہ انسانی مزاج کے مطابق ہو جائے۔ اعتدال کے درجہ میں ہو ایسا نہ ہو کہ ٹھنڈک سے حضرت ابراہیم کو تکلیف ہو۔ تو اگر آگ میں زندگی نہ ہوتی تو حکم نہ ملتا۔ جب فرعون کا غرور حد سے بڑھ گیا۔ تو خدا کی گرفت میں آگیا جیسا کہ آج خدا نے امریکہ کو دیت نام میں پھنسا دیا ہے۔ یہ اس کے غرور و تکبر کی سزا ہے کہ جب مغضوب علیہ ذلیل تو م یہود کی پشت پناہی کی ساری دنیا میں تباہی پجانی تو خدا نے پکڑ لیا۔ امریکہ شکست کھانے والی طاقت نہ تھی، مگر آج مونی گاہر کی طرح اسکی فوج کٹ رہی ہے۔ یہودیوں کی پشت پناہی کا ثمرہ امریکہ کو مل رہا ہے۔ جنگلی اور نہتے لوگوں کے ہاتھوں خدا نے اسے رسوا کر دیا ہے۔ خدا آج بھی اپنی قدرت دکھاتا ہے۔ مگر کاش! ہم دیدہ عبرت کھولیں اور نصیحت حاصل کریں۔

فرعون کے پاس نولاکھ فوج تھی۔ حضرت موسیٰ کے پاس صرف ایک لکڑی ہے، آگے سمندر (بحیرہ قلزم) ہے۔ اور پیچھے نولاکھ فوج ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا: فاصرب بعصا البعد۔ اپنے عصا کو سمندر پر مار دے۔ اگر سمندر میں زندگی نہ ہوتی تو اس نے بغیر حکم سے خدا کی مرضی کے مطابق تعمیل نہ کی ہوتی۔ سمندر بارہ مقامات سے پھٹ گیا بنی اسرائیل کے بارہ اسباط اور قبائل الگ الگ راہوں سے گزر گئے فَاَنْفَلَوْا فَاَتَتْ كُلَّ قَبْلَةٍ طُورُ الْعَبْطِیْمِ۔ بنی اسرائیل الگ الگ سڑک پر سے گزر گئے اور جب فرعون آیا تو اسی سمندر کی موجوں نے اُسے گیر لیا اور ساری فوج کے ساتھ غرق ہوا، مجال کیا کہ خدا کے حکم سے کوئی نافرمانی کرے۔

آج بھی سرکش انسانوں کی نافرمانی محض کھیل تماشا ہے۔ جیسے معصوم بچے کو کھلونا دے دیا جاتا ہے تو کبھی وہ کو دتا ہے، اچھلتا ہے۔ کبھی گائی دیتا ہے۔ تھپڑ مارتا ہے۔ اور بڑے اُسے دیکھ

ہنستے ہیں کہ یہ کھلونا تو ایک ننھی میں مسلا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مغرور انسان معمولی اختیار ہنسنے پر کبھی اسلام کا مقابلہ کرنے لگتا ہے۔ کبھی خدا کا مذاق اڑاتا ہے۔ اور قدرت ہنستی رہتی ہے کہ یہ انسان اپنی حقیقت اور پوزیشن کو بھولے ہوئے ہے۔

تم اپنے آپ کو دیکھو اور اس آسمان کو دیکھو، چاند اور سورج کو دیکھو۔ تم میں سے تو بڑے بڑے اجسام خدا کے سامنے منقاد ہیں۔ اس وجہ سے حضرت لقمان نے بیٹے کو نصیحت کی۔
وَلَا تَمْسُ فِي الْأَرْضِ مَرِحًا۔ بیٹے زمین پر اکڑ کر مت چلو۔ تم زمین تو نہیں بھاڑ سکتے، نہ پہاڑ کو ٹکڑا کر سکتے ہو۔ پس جب یہ تم سے زیادہ مضبوط ہیں تو کیوں غرور اور تکبر اختیار کرتے ہو۔ إِنَّكَ لَنْ تَخْزِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا۔ تم نہ تو زمین اپنی اکڑ سے بھاڑ سکتے ہو اور نہ سینہ تان کر چلنے سے پہاڑوں کے برابر لمبے ہو سکتے ہو۔ بہر حال خدا کے انعامات سب پر ہیں اور انعامات کی وجہ سے خدا سے کائنات کو محبت ہے اور محبت کا تقاضا اطاعت ہے۔ اور اس وجہ سے تمام کائنات منقاد رب ہے۔

یاد رکھیں آپ کے دل میں خدا کی محبت کا خدا کو کوئی فائدہ نہیں دے کسی کا عاجز نہیں ہم اس کے محتاج ہیں، ہمیں اپنے فائدہ کیلئے خدائی نعمتوں کا تصور اور احساس کرنا چاہئے۔ فائدہ یہ ہوگا کہ اسکی وجہ سے ہمارے اندر اطاعت و فرمانبرداری پیدا ہوگی جو کہ موجب سکون ہوگی۔ اور ہر قربانی موجب خوشنودی و راحت ہوگی۔ بوجھ محسوس نہیں ہوگا۔ ہم سب محبت کی وجہ سے اہل و عیال کے لئے دنیا بھر کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں اور ہمیں کافرت محسوس نہیں ہوتی بلکہ بچوں کو دیکھیں تو خوشی کے مارے کپڑوں میں پھولے نہیں سماتے اور ساری تھکاوٹ زائل ہو جاتی ہے۔ یہ سب محبت طبعی کا نتیجہ ہے کہ ہر تکلیف اور مصیبت اولاد کیلئے عین راحت، عین سکون اور اطمینان کا باعث بن گئی، تو محبت خداوندی کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اسکی وجہ سے ہر حکم کی تعمیل خوشی سرور اور اطمینان کا باعث بن جائے گی اور عینی بھی عبادت کی جائے گی اس سے دل کو سکون نصیب ہوگا۔

بھائیو! محبت سے عجیب عجیب کرشمے ظاہر ہوتے ہیں۔ محبت تو حضرت بلالؓ کی تھی کہ جب کلمہ توحید پڑھا تو ان کے مالک امیہ نے اذیت دینے کیلئے ایک ہی داری میں انہیں قتل نہ کرنا بلکہ عذاب و تکلیف زیادہ سے زیادہ دی جائے ورنہ وہ یہ کر سکتا تھا کہ چھری سے کہ ذبح کر دیتا آزاد ملک تھا، قانون اور حکومت نہ تھی۔ مگر گرم ریگستان میں تپتی دھوپ میں بلالؓ کو ڈال دیا جاتا اور بڑے بڑے پتھر سینہ اور پاؤں پر رکھ دئے جاتے، رات کو تازہ دم غلام اور نوکر ہار تے پیٹتے کہ

سو نہ جایش۔ مگر وہ اللہ کا بندہ پکارتا۔ اِحدٌ۔ اِحدٌ۔ اِحدٌ (اللہ ایک ہے)۔ وہ بھی ہماری طرح گوشت پوست ہی سے بنے تھے، تکلیف انہیں ہوتی تھی، مگر محبت تھی اور اِحدٌ کے درد سے سکون قلبی ملتا تھا۔ محبوب کے نام کے لطف میں تکلیف بھول جاتے۔

ایک بادشاہ نے اپنی بیٹی کے نکاح کیلئے یہ شرط لگا دی کہ جس نے مومن سرما کی ساری رات تالاب میں گزاری اسے اپنی لڑکی بیاہ دوں گا۔ بہت سے یاروں نے ہمت کی مگر تھوڑی دیر گزار کر بھاگ اٹھتے، ایک باہمت شخص نکل آیا اس نے ساری رات گزاری مگر مرا نہیں۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ کیسے زندہ بچ گئے۔ کہا کہ ایک تو بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کا تصور تھا اور دوسری یہ کہ رات کو پہاڑی پر دور سے آگ کی ایک روشنی نظر آرہی تھی میں اس کے سامنے تپتے رہنے کا تصور کرتا اس طرح رات گزری تو شرط جیت گیا اور بادشاہ کی لڑکی سے نکاح ہو گیا۔ یہ تو مجازی عشق تھا۔ تو عاشق حقیقی کے تصور کا کیا حال ہوگا۔!

حضرت بلالؓ تو خدا کا تصور کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کفار نے مار پٹیا یہاں تک کہ سر اور بدن کا کوئی حصہ زخم سے نہ بچ سکا۔ ان کی والدہ کہتی ہیں کہ سر پر انگلی رکھنے سے بال اکھڑنے لگتے گھر لائے گئے، بے ہوش تھے، ہوش میں آنے کے بعد ان کی ماں ام الخیر نے جو سر ہانے بیٹھی تھی طبیعت کا حال پوچھا تو جواب میں انہوں نے یہ پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ دراصل حضورؐ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کفار نے احاطہ کر لیا۔ حضرت صدیقؓ نے اگر یہ منظر دیکھا تو لوگوں کو روکنا چاہا اور فرمایا: اَلْقَتَلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّمُوْلَ رَجَبِ اللّٰهِ۔ کیا تم صرف اس وجہ سے اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ تو لوگ ان کو مارنے لگے، یہاں تک کہ مار مار کر بیہوش کر دیا۔ خیر جتنی بار والدہ نے حالت پوچھی انہوں نے جواب میں یہی کہا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔

ماں نے حضورؐ کی حالت دریافت کرنی چاہی تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمرؓ کی بہن سلمان ہے ان کے ذریعہ پتہ چلے گا۔ تو ام الخیر حضرت عمرؓ کی بہن کے ہاں گئیں کہ حضورؐ کی حالت معلوم کریں، وہاں سے دونوں ایک ساتھ ہو کر حضورؐ کے ہاں گئیں اور مزاج پرسی کر کے واپس آئیں۔ پھر حضرت صدیقؓ نے آپ کی حالت دریافت کی، فرمایا ہاں ابھی آئی ہوں الحمد للہ وہ ٹھیک ہیں۔ پھر دوائی یا غذا دینی چاہی فرمایا اسے ماں جب تک حضورؐ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں دوائی وغیرہ نہیں پی سکتا۔ ابوبکر ام الخیر کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دعا فرمائیں کہ میری والدہ سلمان ہو جائے۔ دعا کی برکت سے سلمان ہوئیں۔ یہ تھی محبت کہ تکلیف محسوس نہ ہوتی بلکہ محبوب کا تصور راحت کا

سبب بنادیا۔

محبت میں مال و جان اور اولاد کی قربانی محبت کیلئے بڑی آسان ہو جاتی ہے۔ اور کامیابی بھی تب ہی ہوتی ہے۔ دیکھو کفار اگر فتح حاصل کرتے ہیں۔ تو دل میں وطن کی محبت ہوتی ہے اور دنیا دار کے دل میں مال کی محبت ہوتی ہے، تب کامیاب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر طالب العلم کے دل میں علم کی محبت ہو تو عالم بنے گا، ورنہ نہیں۔ اور محبت کا یہ فائدہ ہے کہ پھر کوئی کام مشکل معلوم نہ ہوگا۔ محبت کا ایک منظر وہ بھی ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے پیش کیا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی آزمائش کرنا چاہی۔ بڑھاپے میں بچہ عطا کیا۔ حضرت اسماعیلؑ ۱۲، ۱۱ سال کی عمر کے تھے اور مستقبل میں پیغمبر بننے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش ہوئی۔ خواب میں دیکھا جس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی محبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے قربان کر دی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو کہا :

اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُذْیَحِیْتُ
فَاَنْظُرْ مَا ذٰلِکَ اَمْرٌ یُّقَالُ یٰۤاِبْرٰهٖمُ
مَا تَوَدُّ مَرْسَیْکَ فِی الْاَنْشَاءِ ۚ
مِنْ الصّٰبِرِیْنَ ۔

اے بیٹے میں نے خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے
دیکھا اب تیری کیا مرضی ہے؟ سعادت مند بیٹے
نے جواب دیا۔ اے باپ! اپنے خواب کو پورا
فرما دیجئے انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے
پائیں گے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی تعریف اور بڑائی نہیں کی، جیسے آج کل لوگ بڑی بڑی باتیں بناتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ نے چاہا تو میں صبر کروں گا۔ باپ عاشق ہے اور تقریباً ۱۲ سال کا بوڑھا ضعیف اور بیٹھا صرف ایک۔ آثارِ نجابت چہرہ سے نمایاں ہیں مگر محبت کا امتحان ہے خدا کی طرف سے۔ پیغمبر کو وحی آتی ہے جس کی اقسام ہیں۔ آپ کو جاگتے میں وحی آسکتی تھی مگر اس آزمائش کی وحی نیند میں آئی۔ خدا نے چاہا کہ آپ کی شان اونچی ہو جائے اور دنیا میں ظاہر ہو جائے کہ ایسے عاشق بھی ہوتے ہیں۔ لوگ خواب دیکھتے ہیں تو صبح اٹھ کر تاویل و تعبیر کرنے بیٹھتے ہیں۔ مگر خدا نے دنیا کو بتا دیا کہ میرے عاشق اس طرح بن جاؤ کہ تعبیر و تاویل کو چھوڑ دو بس جس بات کو دیکھو اس پر یقین کر لو اور اس کی تعمیل میں لگ جاؤ۔

ہمیں قرآن نماز کا حکم دیتا ہے، قرآن پاک میں غالباً پانچ سو جگہ سے زیادہ میں نماز کا حکم ہے اور یہ حکم حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ جاگتے میں اتارا گیا ہے۔ پھر بھی ہم اس سے روگردانی کرتے ہیں۔

اور ایک وہ عاشق ہے خدا کا کہ غیند میں اشارہ ہوتا ہے اور وہ فوراً مستعد اور تیار ہو جاتا ہے اور پھر بیٹا کیسا ہے۔؟ آج لوگ بیٹے کو کسی بُرے کام سے روک نہیں سکتے کہ کہیں وہ گلے نہ پڑ جائے۔۔۔ ایک یہ اولاد ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام، کہ انہیں باپ نے کہا بیٹا صاف صاف بات ہے کہ میں نے تمہیں غیند میں ذبح کرتے دیکھا ہے اللہ کے حکم سے۔ اور میں بنی ہوں کہ جس کا خواب وحی ہے۔ بیٹے نے کہا اس سے زیادہ خوشی کی بات کوئی ہوگی کہ خدا کی راہ میں قربان ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، وہ غیرت والی ذات ہے، بندہ کی نیت و اخلاص دیکھتا ہے۔ سیدنا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے جب سر تسلیم خم کیا تو سیدنا ابراہیمؑ کو بدلا ملا اور انہیں خدا نے ساری دنیا کی امامت دی اور ان کے بعد سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو بھی حضور خاتم النبیینؐ کا جہاد مجد بنا کر قیامت تک دنیا کا امام بنایا۔ انبیاء کرام میں دونوں کو خدا نے ایک عظیم مقام دیا۔ آج انہی کی بنائی ہوئی مسجد بیت اللہ کا رخ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں تب قبول ہوتی ہے۔ نماز کے آخر میں درود پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ اور انکی اولاد بھی یاد ہوتی ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کی قربانی قبول ہوئی، وہ زندہ رہے اور قربانی کا طریقہ قیامت تک جاری کر دیا۔ و ترکنا علیہ فی الآخِرین۔ ہم نے اسماعیلؑ کی قربانی کے بدلے دینہ بھیج دیا جو ذبح ہوا۔ اور یہ طریقہ ہمیشہ کے لئے جاری کر دیا۔ آپؐ سے لیکر حضورؐ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر خود حضورؐ نے اس کا اہتمام فرمایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ خود حضورؐ نے دس سال تک مدینہ طیبہ میں ہر سال دو قربانیاں دیں۔ ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی کہ امت کے جو لوگ غریب ہیں اور قربانی نہیں کر سکتے ان کے لئے بھی قیامت کے دن کی سواری کا انتظام ہو جائے۔

حضرت علیؓ بھی ہر سال دو قربانیاں کرتے تھے۔ ایک اپنی طرف سے، ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے۔

بھائیو! افسوس ہے کہ اب قربانی کا عمل ختم ہو رہا ہے۔ عقیدہ اور ایمان بھی ختم ہو رہا ہے۔ عام لوگ کہنے لگے ہیں کہ قربانی کی حکمت کیا ہے۔؟ فائدہ کیا ہے۔؟ مال کیوں ضائع کیا جائے؟ اس کی قیمت جمع کر کے قومی کاموں میں کیوں نہ لگائی جائے؟ کشمیر فنڈ یا کسی دوسرے قومی فنڈ میں کیوں نہ دی جائے۔ مگر یاد رکھئے! حضورؐ نے فرمایا کہ: ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدّم (ادکافال) عید قربان کے دن اللہ کو کوئی دوسری نیکی قربانی سے

زیادہ محبوب نہیں۔ اگر آپ دس بیس روپے کی قربانی کے عوض دس ارب روپے بھی کسی دوسرے نیک کام پر لگا دیں تو قربانی سے ذمہ نازغ نہ ہوگا۔ دیکھئے اگر یہاں ایک شخص بھوکا ہے روٹی کا محتاج ہے اور تم اسے دس ارب روپے کا سونا دے دو تو کیا اسکی روٹی کی خواہش یا بھوک صرف سونے کو دیکھ کر ختم ہو جائے گی؟ اسکی زندگی ہرگز اس سے نہیں بچ سکے گی۔ اسکو روٹی اور پانی کی ضرورت ہے۔ دنیا میں ایک کام کی جگہ دوسرا کام کافی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قربانی کی بجائے روپیہ دینا ٹھیک نہیں۔ دنیا و آخرت کی نعمتوں میں فرق ہے، آخرت کی نعمتیں اور بخشش اعمال اور نیکیوں کے بدلے میں ملتی ہیں۔ اور دنیا کی نعمتیں بلا عمل مل رہی ہیں۔ ہم نے اپنی پیدائش سے قبل کوئی نیکی نہیں کی مگر خدا ہمیں دنیا میں پالتا ہے۔ مسلمان ہوں یا کافر سب کو روٹی دیتا ہے، اور پالتا ہے۔ مگر یہ دنیا کا معاملہ ہے۔

آخرت کی ہر نعمت اور اجر کیلئے الگ الگ عمل مقرر ہے۔ مغفرت کیلئے الگ عمل، جنت کیلئے الگ عمل۔ نیکیوں کا ثواب اگر چاہتے ہو تو الگ عمل کرو۔ خدا کا دیدار چاہتے ہو تو اس کے لئے الگ عمل کرنا ہوگا۔ آیت بڑ تلاوت کی قیامت کے بارہ میں ہے۔ کہ وہاں ہر انسان کو اپنے عمل کا بدلہ ملے گا اور ساری کوشش اور محنت اس کے سامنے آ جائے گی۔ دوحید و اما عملوا احسن۔ اور پھر اللہ نے بعض امور کے کئی اسباب بھی پیدا کئے ہیں۔ مگر ہر عمل کا اجر دوسرے عمل کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ اگر کسی نے عصرین یعنی صبح اور عصر کی نماز مقنا نہ کی اور باجماعت پڑھی تو خداوند تعالیٰ اسے اپنے دیدار سے مشرف فرما دیں گے۔ اب اگر کوئی دن بھر نیکی کرے مگر نماز نہ پڑھے تو چونکہ اس کے پاس رویت خداوندی کا ٹکٹ نہیں وہ اس میں کامیاب نہ ہوگا۔ یہ مولیوں کی تنگ نظری نہیں، دنیا میں دیکھتے تم کسی کو ایک خط بھیجنا چاہو اور ٹکٹ لگانے کی بجائے اس کے ساتھ سو روپے کا نوٹ چسپاں کر دو تو کیا یہ جرمانہ سے بچ جائے گا؟ نہیں وہ بیزنگ ہو جائے گا۔ یعنی وہاں تو روپے کام نہ دیں گے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیسا احمقانہ قانون ہے کہ ۱۵ پیسے کے ٹکٹ کی بجائے سو روپے لگا دے اور پھر بھی جرمانہ ہو گیا۔ تو جواب ملے گا کہ عقل سے کام لو، حکومت نے ٹکٹ لگانے کا قانون بنایا ہے۔ اس کے بغیر دس لاکھ روپے بلا قانون لگا دو پھر بھی مجرم ہو گے۔

یہ مت خیال کرو کہ دنیا میں سرکشی کے باوجود کھانا پینا ملتا ہے، لہذا آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ نہیں، وہ تو نتیجہ کا دن ہے، جو کام نیکی کا یہاں کیا اس کا پھل وہاں ملے گا۔ حضرت

فاطمہؓ کو حضورؐ نے فرمایا کہ قربانی دو، اس کے ہر قطرہ خون کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہوں گے۔ اور بھیڑ بکری وغیرہ کے ہر بال کے عوض خدائیکے اجر دیگا۔

یاد رکھیے! عاجزی اور خشوع کا الگ اجر ہے، جو نماز ہی کے ذریعہ مل سکتا ہے۔ اگر ایک شخص دن بھر خدا تعالیٰ کو سلام کرتا رہے، تسبیح ماتحت میں نئے ذکر کرتا رہے مگر نماز نہ پڑھے تو وہ اجر کبھی نہیں ملے گا جو پنجوقتہ نماز سے ملتا ہے۔

قربانی خدا کی راہ میں عاشق کے عشق کا آخری مرحلہ ہے۔ قربانی کی بجائے اگر آپ اربوں روپے بھی دے دیں تو وہ ثواب نہیں ملے گا جو قربانی سے ملتا ہے۔ اور قیامت کے دن ہر عمل کے مطابق جزا ملے گی۔ قربانی کی بجائے آپ کسی دوسرے عمل سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ سب کو قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

طبی مشاورتی بورڈ کا قیام

اشرف لیبارٹریز لائلپور کا پیچیدہ و مزمن امراض کے علاج میں ایک اہم انفکابی اقدام ہے
طبی مشاورتی بورڈ کا ماہانہ اجلاس

بورڈ میں برصغیر پاک و ہند کے نامور ہمدرد خلافت اطباء کرام مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف بانی دسرپرست اشرف لیبارٹریز و رضوان فارسی لائلپور۔ عظیم طبی مصنف مولانا حکیم محمد عبداللہ صاحب (روٹی واسے)۔ ماہر امراض مزمنہ حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر "نیرنگ خیال"۔ حکیم عبداللہ خاں صاحب تلمیذ خاص سیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان۔ حکیم سعید سکندر شاہ صاحب زبدۃ الحكماء پروفیسر جامعہ طبیہ اسلامیہ لائل پور شامل ہیں۔

طبی مشاورتی بورڈ کا ماہانہ اجلاس ہر انگریزی ماہ کے پہلے اتوار و سوموار کو اور ہندوی اجلاس ہر اتوار و سوموار کو ہوتا ہے۔

بہفت روزہ اجلاس

ماہوار اجلاس

۲۵، ۲۴ — ۱۸، ۱۷ — ۱۱، ۱۰

۳-۴ مارچ ۱۹۶۸ء

طبی مشاورتی بورڈ کے مکمل اور ہندوی اجلاس سے استفادہ فرمانے والے حضرات اگر بذریعہ خط، فون یا براہ راست ملاقات سے معلومنے کا وقت متعین کرالیں تو فریقین کیلئے مہولت کا ذریعہ ہوگا۔ جو حضرات خود تشریف نہ لاسکیں وہ سولہ نامہ طلب فرمائیں یا اپنے حالات لکھ کر مشورہ طلب فرمائیں۔ (معائنہ بلا فیس)

مینجیر مطب اشرف ۳۴۹۔ جناح کالونی نزد جامع مسجد لائل پور